# دینی مدارس اور سیکولر تعلیمی ادارے

ڈاکٹر ساجد خاکوانی
اسلام آباد

دینی مدارس کا آغاز محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا، جبکہ سیکولر تعلیمی ادارے مغربی نوآبادیاتی دورِ غلامی کی پیداوار ہیں۔ معلمِ انسانیت ﷺ نے صفہ کے چبوترے پر اصحابِ صفہؓ کی تعلیم و تربیت کا آغاز کیا، یہ وہ اصحابؓ تھے جو اپنے گھر بار چھوڑ کر حصولِ تعلیم کے لیے اس تعلیمی ادارے کے طلبہ بنے اور انتہائی نامساعد حالات میں بھی بھوک اور اِفلاس سے مقابلہ کرتے ہوئے علومِ وحی کے حصول میں سرگرمِ عمل رہے۔

اصحابِ صفہؓ پر بعض اوقات ایسے حالات بھی آئے کہ نقاہت کے باعث وہ دیواروں کو تھام تھام کر چلتے، لیکن اس کے باوجود اُن کے پائے استقامت میں لرزش نہ آئی۔ جب کبھی دور دراز کا کوئی قبیلہ مسلمان ہوتا تو دینی مسائل سے آگاہی کے لیے اصحابِ صفہؓ میں سے کچھ نوجوان وہاں بھیج دیے جاتے جو اُنہیں جملہ امورِ معاشرت و دیگر احکاماتِ شرعیہ سے آگاہی فراہم کرتے۔

ایک بار تو دھوکے سے لے جائے جانے والے اصحابِ صفہؓ کی کثیر تعداد کو شہید بھی کر دیا گیا تھا، جس کا محسنِ انسانیت ﷺ کو بے حد قلق ہوا۔ ''صفہ'' کا سلسلہ خلافتِ راشدہ میں بھی جاری رہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ''گشتی تعلیمی ادارے'' وجود میں آئے، چند علمائے دین اور اونٹنی پر دھرا سامانِ خواندگی پر مشتمل یہ ''قافلۂ تعلیم'' قبیلہ قبیلہ مطلقاً اَن پڑھ اور جاہل افراد کو تلاش کرتا اور لازمی تعلیم کے طور پر قرآن مجید کے چند حصے حفظ کراتا اور لکھنے پڑھنے کی ضروری تربیت بھی فراہم کرتا۔ دینی تعلیم کے اس ادارے نے اُمتِ مسلمہ کا عروج اور زوال دیکھا، مسلمانوں کی آزادی اور دورِ غلامی دیکھا اور عرب و عجم کے چہروں سے بھی آشنائی حاصل کی، لیکن کسی نہ کسی طرح اپنا وجود برقرار رکھا اور آج تک یہ ادارہ کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے اور اپنا جواز بھی پیش کر رہا ہے۔

سیکولر تعلیمی اداروں کا موجد ''لارڈ میکالے'' تھا، جس نے یہ تعلیمی ادارے اس لیے بنائے کہ آزاد

قوم کے نوجوانوں کو ''آدابِ غلامی'' سکھلائے جاسکیں۔ گورے سامراج نے بڑی چابکدستی سے رزق کے دروازے صرف ان لوگوں کے لیے کھول دیے جو انہی کے قائم کردہ سیکولر تعلیمی اداروں سے فارغ التحصیل تھے۔ یورپی استعمار نے ان سیکولر اداروں سے وہ سرنگوں قیادت پیدا کی جس نے محض انگریزی زبان کے تفوّق سے بدیسی حکمرانوں سے قربت جمائی اور ان کے احکامات کو اس سرزمین پر جاری وساری کیا۔ یہ ادارے آج تک اسی تہذیب وثقافت کے علمبردار ہیں اور آزادی کی فضا بھی ان اداروں کا کچھ بھی بھلا نہیں کرسکی۔ جب تک ان سیکولر اداروں کا انتظام وانصرام خود گورے کے ہاتھ میں تھا تو ان کا معیار اس لیے بہتر تھا کہ گوروں کو مہیا ہونے والی افرادی قوت دورِ آزادی کی پروردہ تھی، جبکہ آزادی کے بعد آج اس نظام پر وہ لوگ مسلط ہیں جو دورِ غلامی کے تربیت یافتہ ہیں، چنانچہ آج کے سیکولر تعلیمی ادارے جس طرح کی پسماندہ سے پسماندہ ترین ذہنیت اور اخلاقیات سے عاری نوجوان فراہم کررہے ہیں اور اس کے نتیجے میں معاشرہ جس تیزی سے تنزُّل کی طرف گامزن ہے، وہ نوشتۂ دیوار ہے، جو چاہے پڑھ لے۔

دینی مدارس اور سیکولر تعلیمی اداروں میں ایک خاص فرق یہ بھی ہے کہ دینی تعلیمی اداروں نے غلامی کو ذہنی طور پر قبول نہیں کیا تھا، انہوں نے اپنا جداگانہ تشخص برقرار رکھا، اس کے مقابلے میں سیکولر تعلیمی ادارے مغربی یورش کے ہر حملے کے آگے لیٹتے چلے گئے، چنانچہ وہ ''گورے'' نہ بن سکنے کی شرمندگی میں اپنی اصل حقیقت سے ہمیشہ منہ ہی چھپاتے رہے۔ دورِ غلامی سے آج تک اس طبقے نے انگریزوں کے سے سوطرح کے رنگ ڈھنگ اپنائے، لیکن یہ جب بھی گوروں کے سامنے گئے احساسِ ندامت ہی لے کر پلٹے، جبکہ دینی مدارس نے اپنی مقامی تہذیب وثقافت کو دندانِ سخت جان سے دبائے رکھا اور کتنے ہی معاشی ومعاشرتی سخت سے سخت تر وار سہتے رہے، لیکن اپنی اصل سے جڑے رہے اور اپنی پہچان سے دستبردار نہ ہوئے۔ اس آزادمنش رویے نے انہیں تاریخ کے کچھ ایام میں تنہا بھی کردیا، لیکن اس نقصان کی سرمایہ کاری نے بھی انہیں کسی بھی بڑے خسارے سے محفوظ رکھا، کیونکہ آزادی کا ایک خطیر خزانہ اُن کے پہلوئے ملبوس میں موجود تھا۔

دینی مدارس اور سیکولر تعلیمی اداروں میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ سیکولر دینی ادارے چونکہ غلامی کی پیداوار ہیں، اس لیے ان کے فارغ التحصیل نوجوان ''نوکری'' کی تلاش میں رہتے ہیں، لڑکپن سے ابتدائے شباب تک غلامی کے آداب سے روشناس نسل خود کچھ کرنے کے قابل نہیں رہتی اور اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی کسی آقا کی تلاش ان کے سر میں سمائی رہتی ہے، جس کی نوکری سے ان کا پیٹ وابستہ ہونا ہے۔ ایسے نوجوانوں سے سڑکیں اور بازار بھرے پڑے ہیں جن کے پاس لمبی لمبی ڈگریاں ہیں، لیکن جب تک آقا میسر نہ آئے ان کی غلامانہ تعلیم بے فائدہ ہے۔ اس کے مقابلے میں دینی مدرسے کا کوئی طالب علم

بے روزگار نظر نہیں آئے گا، شاید اس لیے کہ ان کے ذہنوں میں رزقِ حلال کے لیے تگ و دو کو عبادت قرار دیا گیا ہے، خواہ وہ کسی بھی درجے کی محنت و مشقت سے وابستہ ہو، چنانچہ اس آسمان نے بڑے بڑے جید علمائے کرام کو حصولِ رزقِ حلال کے لیے طرح طرح کی مزدوریاں کرتے دیکھا، لیکن کسی کے آگے ہاتھ پھیلا کر نوکری کا منتظر رہنا اُن کے تعلیمی منہج کے خلاف تھا۔

آزادی اور غلامی کے فرق کو اس طرح بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ آزاد قومیں اپنی نسلوں کو اپنی روایات منتقل کرتی ہیں، اپنی زبان اور اپنی تہذیب وثقافت سکھاتی ہیں اور اپنے لباس اور اپنے پہناوے میں فخر محسوس کرتی ہیں اور اپنے دیسی و مقامی کھانوں کے ذائقوں سے اپنے بچوں میں اپنائیت کو نفوذ کرتی ہیں، جبکہ غلامانہ طبقات کا رویہ ان سے کلیۃً مختلف ہوتا ہے۔ ایک پروان چڑھتی ہوئی نسل جب سب کچھ اپنا سیکھے گی تو وہ سب کو اپنا سمجھے گی، اس کے مقابلے میں بدیسی لباس، بدیسی زبان، بدیسی کھانے اور بدیسی طور واطوار سیکھنے والی نسل اپنے ہی معاشرے میں اجنبی ہوجائے گی، تب وہ سیکولر تعلیمی اداروں کی پروردہ نسل اپنی اجنبیت کا انتقام لینے کے لیے عورتوں سے پرس چھینے گی، بزرگوں کا مذاق اُڑائے گی، زوجیت اور سسرال کے تعلقات ان کے لیے محض حسِ مزاح کا باعث ہوں گے اور رشتہ دار اور مہمان اُن کے اخراجات پر بوجھ ثابت ہوں گے اور آنے والی نسل کو وہ اپنی آرام دہ اور پر تعیُّش زندگی کا دشمن سمجھیں گے۔ یہ سب غلامی کے ثمرات ہیں، جبکہ دینی مدارس کے طلبہ کو ان کی مقامی تہذیبی تعلیم وتربیت ان تمام مکروہات سے باز رکھتی ہے۔ کتنی حیرانی کی بات ہے سالہا سال اکٹھے پڑھنے والے سیکولر تعلیمی اداروں کے نوجوان نوکری کے حصول کے لیے ''مقابلے کا امتحان'' دیتے ہیں اور اپنے ہی ہم جولیوں سے اور جگری یاروں سے مقابلہ کرتے ہیں، جبکہ دینی مدارس میں ایثار اور قربانی کی تعلیم دی جاتی ہے اور دوسرے کے لیے بھی اپنے پہلو میں جگہ بنانے کو پسند کیا جاتا ہے۔

سیکولر تعلیمی اداروں نے تعلیم جیسے شیوۂ انبیاء علیہم السلام کو کاروبار کی شکل دے دی ہے۔ سیکولرازم نے استاذ کو باپ کے درجے سے گرادیا ہے اور شاگرد کو بیٹے کے مقام سے محروم کردیا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ استاذ نے دکاندار کی شکل اختیار کرلی ہے اور شاگرد کی حیثیت بازار میں گاہک کی سی ہوچکی ہے۔ اعلیٰ انسانی اَقدار کو چند بے حقیقت سکوں کی بھینٹ چڑھانا اس سیکولر تعلیمی اداروں کا ماحاصل ہے۔ اور خاص طور پر مخلوط تعلیم نے تو استاذ اور شاگرد کے تعلق کے ساتھ ساتھ ماحول کو جس قدر آلودہ کردیا ہے، اس کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔ ان اعلیٰ انسانی معاشرتی اقدار کا مشاہدہ کرنا ہو تو دینی تعلیمی ادارے اس کی زندہ مثال پیش کرتے ہیں، جہاں آج بھی استاذ کا کردار سگے باپ سے بڑھ کر ہے اور شاگردوں کے درمیان مسابقت کا جذبہ موجود ہے کہ کون استاذ سے زیادہ شاباش حاصل کرتا ہے۔ دور دراز دیہاتوں، وادیوں اور جزیروں

میں جہاں سیکولر تعلیمی اداروں کی جہالت عنقا ہے، وہاں تو تعلیم صرف دینی تعلیم کے نام سے جانی جاتی ہے، کتاب کا عنوان صرف قرآن مجید پر صادق آتا ہے اور قیادت صرف اُسوۂ حسنہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا ہی نام ہے، چنانچہ وہاں آج بھی انسانیت موجود ہے، تہذیبی وثقافتی شعائر موجود ہیں اور نسوانیت اپنی اصلی اور فطری شکل میں نظر آتی ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ دینی مدارس کے باعث ہی امت مسلمہ نے غلامی کا طوق اُتار پھینکا ہے اور آزادی کے سفر میں ارتقاء بھی انہی اداروں کا مرہونِ منت رہے گا۔ غلامی نے جہاں پوری اُمت کو داغدار کیا ہے وہاں باوجود سعی و جستجو کے دینی تعلیمی ادارے بھی کہیں نہ کہیں اس کا شکار ہوئے ہیں۔ نصابات اور طرق تدریس میں عصری تقاضوں کی اہمیت سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ گزشتہ ایک عرصہ سے دینی تعلیمی اداروں نے سیکولرازم کے وار سہے ہیں اور اپنا دفاع کرتے رہے ہیں اور آج تک اپنا وجود و جواز باقی رکھے ہوئے ہیں، جبکہ سیکولر تعلیمی ادارے اپنا جواز کھو چکے ہیں اور انہوں نے قوم کو پژمردہ، مفلوج، ذہنی پسماندہ، اغیار سے شکست خوردہ اور مایوس کن افرادی قوت فراہم کی ہے۔ سیکولر تعلیمی اداروں کا اخلاقی انحطاط اب ایک جھٹکا بھی سہ جانے کے قابل نہیں رہا۔ آزادی کے بعد غلامی کی اس باقیات کو بھی جڑ سے اُکھیڑ پھینکنا چاہیے۔ اللہ کرے کہ وطن عزیز کو بیدار مغز قیادت میسر آئے، تاکہ غلامی کے منحوس سائے چھٹ سکیں اور پاکستان پوری امت کو اور پوری دنیا کو ایک شاندار قیادت فراہم کر سکے، آمین۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....